تقریر

تقریر بابت اخلاقیات
وقت 5-7 منٹ

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

پس (اے جنّ و اِنس!) تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کا انکار کروگے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمٰن:14)

پس (اے جنّ و اِنس!) تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کا انکار کروگے

ہے شکر ربّ عزّوجل خارج از بیاں
جس کی کلام سے ہمیں اُس کا ملا نشاں
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اُس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا

معزز سامعین! مَیں نے آج آپ حاضرین کو جو روحانی اور علمی مائدہ دینے جا رہا ہوں وہ سورت الرحمٰن کی آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کی تفسیر و تشریح ہے اور وہ عظیم سبق بیان کرنے ہیں جو اس سورۃ میں بار بار یعنی 31 دفعہ دہرا کر بیان کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2025ء کے بعد یکم اگست 2025ء کو جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اُس میں حضور نے شکرِ الٰہی اور بندوں کا شکریہ ادا کرنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اُس کے شکر گزار بندے بنو اور جب تم شکر گزاری کروگے تو مَیں تمہیں اپنے فضلوں سے اور زیادہ نوازوں گا اور زیادہ فضل تم پر برساؤں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:8) کہ اگر تم شکر کروگے، شکر گزار بنوگے تو مَیں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مزید وارث بننے کے لیے شکر گزاری کی ضرورت ہے۔“

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جوں جوں شکرِ الٰہی اور بندوں کے شکریہ ادا کرنے کے مضمون کو لے کر آگے بڑھے۔ میرا ذہن سورۃ الرحمان کی آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کی طرف گیا جس کو آج خاکسار نے موضوعِ سخن بنایا ہے۔ سورہ رحمن کی کل 79 آیات ہیں۔ جن میں سے 31 بار اِس آیت کو دہرایا گیا ہے۔ باقی 48 آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس نے اپنے بندوں پر بلا تفریق رنگ و نسل اور بلا تمیز مذہب و ملت نازل کی ہیں۔ اگر ان نعماء کا احاطہ کرنا چاہیں تو وہ ناممکنات میں سے ہے کہ ان کو جمع کیا جائے۔ انسان کی پیدائش سے لے کر اُس کے لیے بنائی جانے والی ساری کائنات وَمَافِیہا کا ذکر کیا ہے جو انسان کی آسائش اور سہولت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور بے شمار نعمتوں اور حسنات کا ذکر کیا ہے۔

نعمتِ الٰہی کا اقرار دل سے، زبان سے اور عمل سے کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ ایسا نہ کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اسی لیے جیسے ہی یہ آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پڑھی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ادا کیے:

لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہم تیری کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کرتے۔ پس سب تعریف تیرے لیے ہے۔

سامعین! آیت نمبر 13 کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے نعماء کے ذکر کی بوچھاڑ کی ہے تو ہر آیت کے بعد فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کے الفاظ لا کر انس و جنّ کو توجہ دلائی ہے کہ ان نعمتوں کو جھٹلاؤ مت اور اپنے اللہ کا ذکر اور اس کا شکر ادا کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے رَبِّكُمَا کہہ کر جنّ و انس کا ذکر فرمایا ہے۔ عام انسانوں کے ساتھ جنوں کا ذکر اس لیے بالخصوص فرمایا کہ عام انسان تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہی رہتے ہیں۔ اُس کے حضور دعائیں بھی کرتے ہیں مگر معاشرے میں بسنے والے بڑے لوگ جو جنّ کہلاتے ہیں اور کم ہی معاشرہ میں نمودار ہوتے ہیں ان کو بھی ان تمام نعماء کو سامنے رکھ کر اپنے اللہ کے حضور جھکنا چاہیے اور شکر کے جذبات بھی اُبھرنے چاہیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

"جنّ امراء اور اِنس عوام۔ سو آج کل ایک طرف امرا کا گروہ ہے یعنی کیپٹل ازم اور دوسری طرف دلتاریت یعنی عوام کا، یا یوں کہو کہ روس کا۔"

(تفسیر صغیر فٹ نوٹ آیت 34)

سامعین! یہاں شکرِ الٰہی کی طرف توجہ دلانے کا جو نیا اور انوکھا انداز اللہ تعالیٰ نے اپنایا ہے وہ بھی بہت نرالا انداز ہے اور اس پر بھی بات کرنا ضروری ہے۔ اِس انداز میں شکر گزار اور ناشکرے دونوں کو توجہ دلائی ہے اور شکر گزار نہ بننے والوں کو زیادہ مخاطب کیا ہے کہ باوجود تمہارے خالقِ حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کے تُم پر ہونے والے بے شمار احسانات اور انعامات کے تُم کن کن انعامات کا انکار کرو گے۔ تمہیں تو ہر نعمت پر شکر گزاری بجالانی چاہیے اور شکر گزار لوگوں کو مزید شکر گزار بندے بننے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اِسی لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس آیت کے تحت فٹ نوٹ ہی میں تحریر کرتے ہیں۔

"یعنی تباہی کے وقت پوچھیں گے کہ کیا بے انتہا نعمتیں ہیں تم پر نازل نہ ہوئی تھیں اور تم دین سے تمسخر نہ کرتے تھے۔ اس میں یہ تحدید بھی ہے کہ اگر ناشکرا پن دکھلاؤ گے جس کے بدلے عذاب آجائے تو پھر اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں گے۔ ان نعمتوں کا قبل اس کے کہ عذاب آجائے شکر ادا کرو تا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔"

سامعین! کسی بات کو بار بار دہرانے سے اپنی بات کو مؤثر رنگ میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی اہم بات کو دو دو تین تین بار دُہرایا کرتے تھے۔ یہی کیفیت مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے۔ آپ علیہ السلام کے متعلق تو پیشگوئی بھی تھی کہ وہ بات کو دُہرائے گا۔ آپ علیہ السلام اِس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

" فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ، بار بار توجہ دلانے کے واسطے ہے۔ اِس تکرار پر نہ جاؤ قرآن شریف میں اور بھی تکرار ہے۔ مَیں خود بھی تکرار کو اِسی وجہ سے پسند کرتا ہوں۔ میری تحریروں کو اگر کوئی دیکھتا ہے تو وہ اس تکرار کو بکثرت پائے گا۔ حقیقت سے ناخبر انسان اس کو منافی بلاغت سمجھ لے گا اور کہے گا کہ یہ بھول کر لکھا ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید پڑھنے والا پہلے جو لکھا ہے اسے بھول گیا ہو۔ اس لیے بار بار یاد دلاتا ہوں تاکہ کسی مقام پر تو اس کی آنکھ کھلے۔ **اِنَّمَا الاعمالُ بالنِّیَّاتِ**

علاوہ بریں تکرار پر اعتراض ہی بے فائدہ ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی تو انسانی فطرت میں ہے کہ جب تک بار بار ایک بات کو دہرائے نہیں وہ یاد نہیں ہوتی۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ بار بار کیوں کہلوایا؟ ایک ہی بار کافی تھا۔ نہیں۔ اس میں یہی سِرّ ہے کہ کثرت تکرار اپنا ایک اثر ڈالتی ہے اور غافل سے غافل قوتوں میں بھی ایک بیداری پیدا کر دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ الجمعہ: 11)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ جس طرح پر ذہنی تعلق ہوتا ہے اور کثرت تکرار ایک بات کو حافظہ میں محفوظ کر دیتی ہے۔ اِسی طرح ایک روحانی تعلق بھی ہے اس میں بھی تکرار کی حاجت ہے۔ بدوں تکرار وہ روحانی پیوند اور رشتہ قائم نہیں رہتا.... حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں ایک آیت اتنی مرتبہ پڑھتا ہوں کہ وہ آخر وحی ہو جاتی ہے۔ صوفی بھی اسی طرف گئے ہیں۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا کے یہ معنی ہیں کہ اس قدر ذکر کرو کہ گویا اللہ تعالیٰ کا نام کنٹھ ہو جاوے۔ انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام میں یہ بات عام ہوتی ہے کہ وہ ایک امر کو بار بار اور مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی اصل غرض یہی ہوتی ہے کہ تا مخلوق کو نفع پہنچے۔ مَیں خود دیکھتا ہوں میری کتابیں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اگر چار صفحے میری کسی کتاب کے دیکھے جاویں تو ان میں ایک ہی امر کا ذکر 50 مرتبہ آئے گا اور میری غرض یہی ہوتی ہے کہ شاید پہلے مقام پر اس نے غور نہ کیا ہو اور یوں ہی سرسری طور پر گزر گیا ہو۔

قرآن شریف میں اعادہ اور تکرار کی بھی یہی حکمت ہے۔یہ تو احمقوں کی خشک منطق ہے جو کہتے ہیں کہ بار بار تکرار سے بلاغت جاتی رہتی ہے۔وہ کہتے رہیں۔ قرآن شریف کی غرض تو ایک بیمار کا اچھا کرنا ہے۔وہ تو ضرور ایک مریض کو بار بار دوا دے گا۔اگر یہ قاعدہ صحیح نہیں تو پھر ایسے معترض جب کوئی ان کے ہاں بیمار ہو جاوے تو اسے بار بار دعا کیوں دیتے ہیں اور آپ کیوں دن رات کے تکرار میں اپنی غذا، لباس وغیرہ امور کا تکرار کرتے ہیں۔پچھلے دنوں مَیں نے کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک انگریز نے محض اسی وجہ سے خودکشی کر لی تھی کہ بار بار وہی دن رات اور غذا مقرر ہے اور مَیں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔“

(الحکم جلد 9 نمبر 40 مورخہ 17 نومبر 1905 صفحہ 9)

سامعین! آلاء ایسی نعمتوں کو کہتے ہیں جو گنی نہ جا سکیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سورہ الرحمٰن کے تعارفی نوٹ میں اس تکرار کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اِس کے بعد جنّ و انس کو مخاطب کر کے اس بات کی بکثرت تکرار ہے کہ تم دونوں آخر خدا کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے اور اِسی تعلق میں جنّ و انس کی پیدائش کا فرق بھی بیان فرمایا کہ جنّ کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا گیا۔فی زمانہ جنّ کے لفظ کی مختلف تشریحات کی جاتی ہیں لیکن یہاں جنّ کی ایک تشریح یہ ہے کہ وائرس اور بیکٹیریا بھی جنّات ہیں جو ابتدائے آفرینش میں آسمان سے گرنے والی آتشی ریڈیائی لہروں کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔فی زمانہ اس بات پر تمام سائنسدان متفق ہو چکے ہیں کہ بیکٹیریا، بیکٹیریا اور وائرس براہ راست آگ سے توانائی پا کر وجود پکڑتے ہیں۔“

(ترجمۃ القران صفحہ 973)

جنّ و انس کو کیوں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کو کہا گیا۔اس کی ایک وجہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

”پھر انسان کے متعلق ایک ایسی پیش گوئی فرمائی گئی جو عظیم الشان حکمت اور تخلیق کے گہرے رازوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔گیلی مٹی سے انسان کے پیدا کرنے کا تصوّر تو پچھلی سب کتابوں میں موجود ہے لیکن کھنکتی ہوئی ٹھیکریوں سے انسان کا پیدا کیا جانا ایک ایسا تصوّر ہے جو قرآن مجید سے پہلے کسی کتاب نے بیان نہیں کیا یہاں تفصیل کا موقع نہیں لیکن سائنسدان جانتے ہیں کہ تخلیق کے دوران ایک ایسی منزل بھی آئی جب ضروری تھا کہ تخلیقی مادوں کو بجنے والی ٹھیکریوں کی صورت میں خشک کر دیا جائے اور پھر سمندر نے واپس اس خشک مادے کو اپنی لہروں میں لپیٹ لیا اور انسان کی کیمیائی ترقی کا ایک ایسا سفر شروع ہوا جس میں انسان کی تخلیق کے لیے یہ ضروری کیمیا بار بار اپنے ابتدائی دور کی طرف نہ لوٹیں۔“

(ترجمۃ القران صفحہ 973)

سامعین! ہمیں اس بات پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے انسان کو بے انتہا استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا اور پھر اُس کو بیان کرنے کی طاقت بھی عطا فرمائی۔وہ ساری قوتیں اور طاقتیں عطا فرمائیں جو ہمیں حیوانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔انسان کو عقل دی علم دی جس سے وہ تحقیق کے مراحل طے کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت کی گواہی دیتا ہے۔خدا تعالیٰ نے انسان کو جو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اس کی پرورش کے لئے اپنی نعمتیں بھی اتاری ہیں۔ہمیں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ جو رزق مہیا ہو رہا ہے یہ اللہ کے سوا کوئی اور مہیا کر رہا ہے۔اس رزق کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو رب العالمین ہے۔زمین جو رزق پیدا کر رہی ہے اس رزق کے پیدا کرنے کے لئے بھی آسمان کی مدد کی ضرورت ہے۔آسمانی پانی نہ ہو تو زمینی پانی بھی خشک ہو جاتا ہے۔پس زمین سے رزق پیدا کرنے والا بھی خدا ہے اور آسمان سے ان ذرائع کا پیدا کرنے والا بھی خدا ہے جو زمینی رزق پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور ہمیں اُس رازق کا ہر لحہ شکر گزار بننا ہے۔

سامعین! اب مَیں اختصار سے اس سورۃ میں بیان اللہ کی نعمتوں کا ذکر کر دیتا ہوں۔آسمان کی رفعتوں میں توازن کا برقرار رہنا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک نعمت کا ذکر یوں فرماتے ہیں کہ

”آیت رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ذکر ہے۔حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے انسان کو صرف ایک مشرق اور ایک مغرب کا علم تھا۔اس بہت ہی چھوٹی سی آیت میں آئندہ زمانہ کی عظیم الشان دریافتوں کے بارے میں پیش گوئی ہے۔“

(ترجمۃ القران صفحہ 976)

شمس و قمر کی بناوٹ ان کی حرکت اور ہم آہنگی کو دیکھ کر انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔خدا تعالیٰ کا ایک عظیم نظام ہے اور اس نظام کے اندر گہرے حقائق پوشیدہ ہیں اور اس سے نکلنے والے نتائج دُوررس ہیں۔ ہمارے لئے سورج ہی زیادہ اہم ہے یعنی ہم زمین کے باشندوں کے لئے کیونکہ انسان کی زندگی سورج کی حرارت کی

مرہون منت ہے۔ اس طرح چاند جو اس زمین کا ایک چھوٹا سا سیارچہ ہے لیکن اسے بھی اس زمینی زندگی میں اہمیت حاصل ہے۔ سمندروں کے اندر مدّ و جزر اسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ سورج زمین سے 5 لاکھ 29 میل دُور ہے۔ اگر یہ اس سے قریب تر ہوتا تو زمین جل جاتی اور تمام پانی بخارات میں بدل جاتا اور بخارات فضا میں بلند ہو جاتے اور اگر یہ ذرا اور دُور ہوتا تو تمام چیزیں منجمد ہو جائیں۔ ہم تک سورج کی جو حرارت پہنچتی ہے، وہ اس کی حرارت کے دو ملین حصوں میں سے ایک حصہ پہنچتی ہے اور ہماری موجودہ زندگی کے لئے یہی معمولی حرارت کافی ہے۔ اِسی طرح چاند کا حجم بھی ایک حساب کے مطابق ہے۔ اگر یہ اس سے ذرا بھی بڑا ہوتا تو سمندر کے اندر اس قدر طوفان آتے کہ زمین بار بار ڈوبتی رہتی۔ اسی طرح اگر یہ ہم سے قریب ہو جاتا یعنی جہاں ہے تو بھی زمین پر طوفان مچا دیتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اُس نے جہاں سورج اور چاند کو رکھا ہے وہ وہاں سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ایک اصول ہے جو ایک رفتار پر ایک جہت میں ایک ہی زاویہ اور محور پر کار فرما ہے۔ زمین ایک ہی محور پر گردش کرتی ہے۔ اسی طرح چاند ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ اگر چند نیزوں کے فرق سے زیادہ قریب ہوتی زمین سورج سے تو یہاں اتنی گرمی ہوتی کہ انسان زندہ نہ رہ سکتا اور اگر چند نیزوں کے فرق سے پرے ہوتی، دور ہوتی تو یہاں اتنی سردی ہوتی کہ انسان زندہ نہ رہ سکتا۔“

(انوار القرآن جلد 3 صفحہ 385)

پھر فرمایا وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ یعنی اور اسی کی (صنعت) وہ کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند کی جائیں گی۔ یہ اونچے اٹھے ہوئے جہاز اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے ہیں کیونکہ سمندروں میں یہ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم سے چلتے ہیں۔ گہرے سمندروں اور امواج کے تھپیڑوں میں انہیں صرف اللہ ہی حفاظت دیتا ہے۔ یہ اللہ ہی کی نگرانی اور نگہبانی ہے کہ یہ پانیوں کے اوپر تیرتے رہتے ہیں۔ یہ جہاز اس وقت بھی اور آج بھی اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے تھے اور ہیں۔ ان جہازوں نے لوگوں کی ضروریات نقل و حمل میں، سفر میں، سہولیات کی منتقلی میں اور تجارت اور کمائی میں اس قدر اہم کردار ادا کیا ہے کہ اس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

پھر سمندر اور دریا ہیں۔ جن دو دریاؤں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ میٹھا سمندر اور کھارا سمندر ہیں۔ کھارے دریا سے مراد سمندر اور بڑے اور گہرے پانی ہیں اور میٹھے سے مراد چھوٹے دریا ہے۔ یہ باہم ملتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے حدود مقررہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ ہر ایک اپنے حدود سے تجاوز نہیں کرتا اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے نہر سویز اور نہر پانامہ سے بحر قلزم اور روم اور دوسری طرف بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل کے ملانے کا ذکر فرمایا ہے۔

(تفسیر صغیر آیت 20 فٹ نوٹ)

جب سمندر کے پانی پر سورج چمکتا ہے تو اس سے بخارات اٹھتے ہیں اور انہی بخارات سے بادل اور بارشیں بن کر خشکی پر میٹھے پانی کے دریا بہتے ہیں۔ اس میٹھے پانی ہی پر انسانوں، حیوانوں اور نباتات کی زندگی موقوف ہے۔ تمام دریا جا کر سمندروں میں گرتے ہیں اور زمین کا نمک بہا کر یہ سمندر میں لے جاتے ہیں لیکن یہ سمندر کے پانیوں کو خراب نہیں کر سکتے۔ جتنے بھی دریا ہیں ان کی سطح سمندر کی سطح سے بلند ہوتی ہے۔ اس لئے سمندر بھی ان دریاؤں پر کوئی دست درازی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دریا سمندر ہی میں گرتے ہیں۔ دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔

پھر لؤلؤ اور مرجان کا ذکر ہے۔ مرجان (مونگا) بھی اللہ کی مخلوقات میں سے ایک عجیب مخلوق ہے۔ یہ سمندروں کے اندر تقریباً 5ء3 میٹر (3 اعشاریہ 5 میٹر) کی گہرائی تک میں رہتا ہے۔ سرخ مرجان وہ گول اور مضبوط حصہ ہوتا ہے جو جانور کے مر جانے کے بعد رہتا ہے۔ موتی (لولو) بھی حیوان کی ایک قسم ہے یہ حیوان سیپی میں ہوتا ہے اور یہ سیپی چونے کے مواد سے بنی ہوتی ہے اور یہ سمندروں کی گہری تہوں میں اُتر جاتی ہے۔ یہ سیپی اسے خطرات سے بچاتی ہے۔ ان موتیوں اور مونگوں سے وہ زیورات بنائے جاتے ہیں جو نہایت شاندار اور قیمتی ہوتے ہیں۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی مخلوق کے لئے بنایا۔ اس میں ہر طرح کے بکثرت پھل ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کے غلے ہیں جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی) اس زمین میں بس کر اور رہ کر ہمیں یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔ اس زمین کے حالات واطوار کو دیکھ کر اور اپنے حالات واحوال کو ہر وقت دیکھ دیکھ کر ہم اس کی کوئی چیز انوکھی نہیں پاتے جو دراصل عجوبہ ہوتی ہے اور دست قدرت کی عجب کارستانی ہوتی ہے۔ کھجور کے اونچے اونچے درخت ہیں جن کے پھل غلافوں میں بند ہوتے ہیں۔ کم اس تھیلے کو کہتے ہیں جن کے اندر سے کھجور کا پھل باہر آتا ہے اور پھر دوسرے خوشے دار فصل اور دانے

ہیں جن کے اوپر بھوسہ ہوتا ہے اور اسے ہٹا کر دانے نکال کر انسانوں کے لئے اور بھوسہ مویشیوں کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ریحان کا بھی ذکر فرماتا ہے کہ بعض نباتات خوشبودار ہوتے ہیں اور ان خوشبودار نباتات میں سے کچھ انسانوں کی خوراک ہیں اور کچھ حیوانوں کی خوراک اور بعض محض خوشبوئیں ہیں۔

سامعین! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ یعنی اور جو بھی اپنے ربّ کے مقام سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اسے دنیا کی جنت نصیب ہو گی اور آخرت کی بھی۔ جو لوگ سچے دل سے خالص ہو کر خدا تعالیٰ کو تلاش کرتے ہیں اور اپنی ہستی کو اُس کی راہ میں مٹا دیتے ہیں تو ان کو خدا تعالیٰ وہ روحانی غذائیں دیتا ہے جو اُن کی روح کو روشن کر دیتی ہیں اور اُس کو خدا تعالیٰ دو جنتوں سے نوازتا ہے۔ اوّل تو اسے اسی دنیا میں بہشتی زندگی عطا ہو جائے گی اللہ تعالیٰ اس کے اندر پاک تبدیلی پیدا ہونے کی وجہ سے اُس کا متکفّل ہو جائے گا اور پھر دوسرے اس کے مرنے کے بعد اسے ایک جاودانی جنت عطا کی جائے گی کیونکہ اس نے خدا کے خوف اور اس کی محبت کو اپنے نفس اور دنیا پر مقدم کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو شخص خدا تعالیٰ کے مقام اور عزّت کا پاس کر کے اور اِس بات سے ڈر کر ایک دن خدا کے حضور میں پوچھا جائے گا گناہ کو چھوڑتا ہے۔ اُس کو دو بہشت عطا ہوں گے۔ اوّل اِسی دنیا میں بہشتی زندگی اِس کو عطا کی جاوے گی اور خدا اُس کا متولّی اور متکفّل ہو گا۔ دوسرے مرنے کے بعد جاودانی بہشت اُس کو عطا کیا جائے گا۔ یہ اِس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اِس کو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر مقدّم کر لیا۔“

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 158)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اس کامل علم رکھنے والے خدا نے جو باتیں اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائیں اور اس کتاب میں جن کا ذکر ہوا جن میں سے بعض ایسی ہیں کہ چودہ سو سال تو دُور کی بات ہے، ماضی قریب کا انسان بھی اس بارہ میں سوچ نہیں سکتا تھا۔ بہت ساری پیشگوئیاں ہیں۔ مَیں یہاں ایک بیان کر رہا ہوں مثلاً سورۃ رحمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ یَلۡتَقِیٰنِ (الرحمن:20) کہ وہ دونوں سمندروں کو ملا دے گا جو بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے سے ملیں گے۔ بَیۡنَهُمَا بَرۡزَخٌ لَّا یَبۡغِیٰنِ۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ یَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ) الرحمن:23-21 (کہ (سردست) اُن (دونوں سمندروں) کے درمیان ایک روک ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرسکتے۔ پس (اے جنّ وانس) تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔ دونوں میں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ اب اس میں دو سمندروں کو ملانے کا ذکر ہے اور نشانی یہ بتائی کہ ان میں سے موتی اور مونگے یا مرجان نکلتے ہیں۔ ایک تو نہر سویز کے ذریعہ سے دونوں سمندروں کو ملایا۔ Red Sea اور میڈیٹرینین سی (Mediterian Sea) کو۔ اسی طرح پانامہ نہر نے دو سمندروں کو ملایا اور اس طرح بڑے سمندر آپس میں مل گئے۔ اب یہ علم آنحضرت کو خدا نے اس وقت دیا جب کسی کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ علم تو علیحدہ بات ہے اس وقت کے زمانے کے عربوں کی تو سوچ بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی کہ کس جگہ پر سمندر ہوں گے اور کس طرح ملائے جائیں گے اور پھر 1300 سال کے انتظار کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم نظارہ دکھایا اور اس پیشگوئی کو کس شان سے پورا فرمایا۔ پس یہ ہیں اُس عالم الغیب خدا کے علم کی باتیں جنہیں اس نے قرآن کریم کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمایا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جنوری 2008ء)

معزز سامعین! ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ ہم جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ ہماری زندگی کا ہر پل، ہر ذرہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے ہمیں اپنے رب کا ہی احسان مند ہونا چاہیے۔ اس وقت مجھے حضرت مظہر جانِ جاناں جو ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں اُن کا لڈو والا واقعہ یاد آرہا ہے کہ کیسے انہوں نے لڈو کو اپنے رومال پر رکھ کر اُس کا ایک ذرہ توڑا اور اسے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا سبحان اللہ سبحان اللہ واہ مظہر جان جاناں تجھ پر تیرے رب کا کتنا فضل ہے اور پھر لڈو کے متعلق پوچھا کہ اس میں کیا کیا شامل ہے اور ہر چیز پر غور کرتے ہوئے اُس کے ہر ذرے پر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے تھے اور اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ صرف ایک لڈو اللہ تعالیٰ نے جو اُن کو کھانے کو دیا وہ کیسے کتنے مراحل سے گزر کر اُن تک وہ پہنچا۔ تو ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں ہر پل ہر لمحہ سوچنا چاہیے اور اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)